جناب سلیم فاروقی صاحب

پاکستان ٹیلی وژن کی غفلتیں اور کوتاہیاں؟

ٹیلی وژن کو دیگر ذرائع ابلاغ پر اس اعتبار سے فوقیت ہے کہ اس میں خبروں کی دنیا چلتی پھرتی نظر آتی ہے
دی کی آفاقی شہرت کی یہی اصل وجہ ہے ورنہ جو کچھ ٹیلی وژن پر دکھایا جاتا ہے تقریباً وہی سب باتیں ہم ریڈیو
، سنتے اور اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ تحفہ ایوب خان لائے تھے۔ ورنہ اس سے قبل ابلاغ کے
ت دو ہی ذریعے تھے ایک ریڈیو اور دوسرا اخبارات۔

سائنس نے ٹیلی وژن کی صورت میں اقوام عالم کو ایک بڑا کارآمد تحفہ دیا ہے جس کے ذریعہ زندگی کے
م شعبوں کی بڑی مفید انداز میں ترجمانی کی جاسکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس اعلیٰ ترین سائنسی ایجاد نے دنیا والوں
بہت کچھ سکھایا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے ملک میں اس کارآمد ایجاد کو محض تفریح طبع کے لئے ہی استعمال کیا
ہے۔ پاکستان ٹیلی وژن جن پروگراموں پر زیادہ زور دیتا ہے ان میں فلمیں، ڈرامے، رقص و موسیقی اور کھیل ہیں
کے علاوہ باقی جتنے بھی پروگرام ہیں وہ سب محض "خانہ پُری" کے لئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ "طاؤس و رباب"
سیع پیمانہ پر نمائندگی دینے سے ہماری قوم ذہنی عیاشی اور اخلاقی انحطاط کا شکار بن چکی ہے۔ اس کی ایک تجرباتی
ل یہ ہے۔ کہ ہم کسی دوست کے گھر گئے دیکھا خلافِ معمول ٹی وی بند ہے۔ پوچھا بھائی خیریت تو ہے اس وقت
ی ویژن کیوں بند ہے؟

دوست نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ٹی وی کھول کر کیا کریں۔ "شبلی نعمانی" پر مذاکرہ ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر ہمارے
ست بڑی محبت سے بٹھائیں گے۔ چائے اور کھانے کو پوچھیں گے۔ باتیں بھی جی بھر کر کریں گے۔ وہ صرف اس لئے
نہیں "شبلی نعمانی" کے پروگرام سے "بوریت" ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی ڈرامہ آرہا ہے یا فلم دکھائی جا
ی ہے۔ کسی "بھانڈ مراثی" کا انٹرویو ہے یا کرکٹ میچ ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ ہمارے سلام کا
ب دے دیں تو یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے۔ متعدد بار ایسا ہوا ہے کہ ہمیں کوئی ضروری بات کرنے کے لئے
ی دوست یا عزیز کے گھر جانا پڑا۔ دیکھا اس وقت فلم آرہی ہے پورا گھر بُت بنا ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہے

اور ہم سب کا منہ تک رہے ہیں۔لیکن کسی کو کوئی احساس نہیں اس موقع پر ہمیں دیکھنا ہے تو فلم دیکھیں ورنہ چلے جائیں۔" ذہنی عیاشی" پر مبنی ان پروگراموں نے پوری قوم کو "پنکی" بنا دیا ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے سب اسی نشہ میں مست ہیں۔آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھئے۔کیا عورت۔کیا مرد کیا بچے کیا جوان سب کا موضوع گفتگو فلم ہوگی یا ڈرامہ۔لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ" بھانڈ بقّال" فلموں اور ڈراموں کے ذریعے ہمیں دین۔ ایمان۔ اخلاق و آداب کی تعلیم دیتے ہیں۔معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں انہیں "مبلغ و مصلح" کے خطابات مرحمت ہوتے ہیں " بھانڈوں مراثیوں" کی "عظیم خدمات" کا اخبارات میں ذکر ہوتا ہے۔ ارباب بست وکشاد یہ بیانات دیتے ہیں کہ" نازیہ اور زہیب نے اپنے فن کے ذریعہ نئی نسل کا حوصلہ بلند کیا ہے۔"

پاکستان ٹیلی وژن سب سے زیادہ سرمایہ" بھانڈوں مراثیوں" پر خرچ کرتا ہے۔ان کے پروگراموں کو سب سے زیادہ وقت دیا جاتا ہے۔اور وہ اس لئے کہ" فلم اور ڈرامہ" اسلامی جمہوریہ پاکستان کی صنعت ہیں۔ اس کے ذریعہ سرمایہ بھی حاصل ہوتا ہے اور" اسلامی تہذیب وثقافت" کی ترویج واشاعت بھی۔ اگر یہ" بھانڈ مراثی" کسی مسئلہ سے دوچار ہوں تو اس کے حل کے لئے، حکومت سے مذاکرات ہوتے ہیں۔ کانفرنسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے ان کے طائفے صدر اور وزیراعظم سے مل کر اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ اور حکومت بھی ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرتی ہے۔

اس قسم کے جملہ" رفاہی وتبلیغی" پروگراموں کی ابتدا تلاوت کلام مجید اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ پاکستان کا قومی ترانہ بجایا جاتا ہے۔اس کے بعد رقص وموسیقی کا پروگرام شروع ہوتا ہے۔ نوخیز رقاصائیں بڑی سرگرمی سے اپنا فن دکھاتی ہیں۔ ہر طائفہ کی آمد سے قبل رقاصہ کا تعارف اور رقص کی تشریح وتوضیح ہوتی ہے۔ کہ یہ رقص پنجاب کی روایت کا آئینہ دار، یہ رقص سرحد کی تہذیب کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ رقص بلوچستان کا لوک ورثہ ہے۔ اس رقص سے سندھ کی ثقافت نمایاں ہوتی ہے۔ رقص وموسیقی کے ذریعہ علاقائی تہذیب وثقافت کی تقسیم ودرجہ بندی، محظوظ ہونے والوں کو بڑی صفائی سے" ملی یکجہتی" سے کنارہ کش کرکے انہیں اپنے خول میں بند کر دیتی ہے۔ پٹھان اپنے پٹھان ہونے پر فخر کرتا ہے۔ بلوچ اپنے بلوچی ہونے پر نازاں ہوتا ہے۔ پنجابی پنجاب کے گن گاتا ہے اور سندھی وادی مہران ہی کو اپنی دنیا سمجھتا ہے۔ اس موقعہ پر یہ نغمہ مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے کہ ع

تو بھی پاکستان ہے میں بھی پاکستان ہوں

اس کے بعد تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے فلم اور ڈرامہ کے وسیع وجامع پروگراموں کے بعد باقی جو کچھ بچتا ہے وہ صرف وقت گزارنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ٹیلی وژن کے منتظمین اپنی ساری ذہنی کاوش وتوانائی" ڈرامہ بازی" پر خرچ کردیتے ہیں۔ اس لئے دینی، علمی وادبی پروگراموں کو پوری ذہنی یکسوئی کے ساتھ مرتب کرکے انہیں

ں کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ اس نوعیت کے پروگرام اتنی رواروی سے پیش کیے جاتے ہیں کہ ان کی کوئی مقصدیت
ر نہیں آتی۔ مثال کے طور پر رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں ڈاکٹر اسرار احمد کو ناظرین کے "روبرو" کیا گیا۔
ں کا وقت افطار سے کچھ وقفے پہلے مقرر ہوا۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جب ہم ایک دینی شخصیت سے کچھ
لومات حاصل کرنے کے لئے اسے عوام کے "روبرو" پیش کریں گے تو آخر اسے اتنا وقت تو ضرور دیں گے کہ وہ زیادہ
میل سے نہ سہی اجمالی طور پر اتنا کچھ تو بیان کرے جس سے لوگ کوئی مفید بات سمجھ سکیں۔ لیکن یہاں تو "خانہ پُری" کرنا
۔ چنانچہ پروگرام کے کمپیئر انور حسین صاحب نے ابتدا ہی سے یہ قدغن لگا دیتے ہیں کہ جناب! چونکہ ہمارے پاس وقت
ت کم ہے اس لئے میں درخواست کروں گا کہ سوالوں کے جواب مختصر دئے جائیں۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ ٹیلی وژن نے
ے کے ممتاز دینی اسکالر کو دعوت دی۔ اس دعوت پر اس نے اپنے ذہن میں کوئی خاکہ بنایا ہو گا۔ سوالات کی نوعیت
پنے طور پر اندازہ لگایا ہو گا۔ ذہن کو تیار کیا ہو گا۔ اپنی مصروفیات سے وقت نکالا ہو گا۔ لیکن پروگرام کے
، کچھ گفتگو کرنے سے پہلے ہی اسے "مختصر بات" پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب سے جب
لہ کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کی کیفیت یہ تھی۔ کہ ابھی ان کا جواب بھی مکمل ہونے نہ پایا کہ دوسرا سوال ہو گیا۔ پھر
را اور پھر چوتھا۔۔۔۔ ابھی کسی فقہی مسئلہ کا جواب دیا جا رہا تھا کہ کمپیئر صاحب نے عورتوں کی نوکری اور ملازمت کا
چھیڑ دیا۔ غرض کہ وہ پروگرام عجیب و غریب سوالات اور "لقمہ بازی" پر ختم ہو گیا۔

علاوہ بریں دینی پروگراموں کو مرتب کرتے وقت ٹیلی وژن والے اس بات کا قطعاً خیال نہیں رکھتے کہ جس دینی
وع پر اظہارِ خیال کے لیے وہ "عالم" کو دعوت دے رہے ہیں اس کا میدان کیا ہے؟ یا پھر جن حضرات کو وہ سوالات
ئے منتخب کر رہے ہیں وہ کس علمی شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابھی رمضان المبارک ہی میں ایک پروگرام "نماز" کے بارے میں پیش کیا گیا جس میں ولی رازی صاحب مدعو تھے
صلوٰۃ" کی اہمیت پر بہت سادہ انداز میں تقریر کر رہے تھے۔ کہ "بیچ" میں ایک صاحب اور "کود" پڑے۔ انہوں
اوٹ پٹانگ" لفظوں میں اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیا۔ اس دوران انہوں نے دو حدیثیں غلط پڑھیں
یں ایک ہمیں یاد رہ گئی وہ حدیث لا رھبانیۃ فی الاسلام تھی جسے انہوں نے "لیس رھبانیۃ اسلام" پڑھا تھا۔

ٹیلی ویژن سے ایک پروگرام ہوتا ہے جس کا نام "درخشاں" ہے۔ اس میں ادیب، شاعر، ڈاکٹر، انجینئر، بھانڈ
، غرضکہ ہر صلاحیت کے نمایاں لوگ متعارف ہوتے ہیں۔ پروگرام کی کمپیئر ایک خاتون ہیں جنہیں شعر پڑھنے کا "مرض"
ہے۔ وہ جس شخصیت کو اسٹیج پر بلاتی ہیں تو اس سے قبل "شعر" ضرور پڑھتی ہیں۔ موصوفہ نے ایک ایسے
ں کو دعوت دی جو "مراثیت" کا فن سیکھ رہا تھا۔ دعوت دینے سے قبل انہوں نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کا
ر پڑھا ؎

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہید جستجو کر دے

یہ خاتون بڑے اعتماد کے ساتھ غیر مربوط جملے "غلط تلفظ" کے ساتھ بول رہی تھیں مثلاً اَلفَاظ کو "اِلفاظ" کہا جا رہا تھا۔

پاکستان ٹیلی وژن پر "کمپنی کی شہرت" کے لئے ایک پروگرام "نیلام گھر" ہوتا ہے جس کے کرتا دھرتا فلم ایکٹر طارق عزیز ہیں۔ انہوں نے اپنی "اداکارانہ صلاحیتوں" سے اس میں ایک "ڈرامائی کیفیت" پیدا کر دی ہے "معلوماتِ عامہ" پر مبنی یہ پروگرام بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔ اس میں بعض اوقات سوال کے غلط جواب کو درست قرار دیا ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ شاہ ولی اللہؒ کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟

جواب۔ قرآن کا فارسی ترجمہ۔

حالاں کہ شاہ ولی اللہؒ کا یہ "سب سے بڑا کارنامہ" اس لئے نہیں کہ ان سے بہت پہلے شیخ سعدی قرآن مجید کا فارسی میں بے نظیر ترجمہ کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ شیخ سعدی کے بعد اور شاہ ولی اللہؒ سے پہلے پاک و ہند میں قرآن مجید کے کئی فارسی ترجمے ہو چکے تھے۔ شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ تو وہ تحریک ہے جسے سید احمد شہید بریلوی، شاہ اسمٰعیل شہید، شیخ الہند اور مولانا عبید اللہ سندھی لے کر اٹھے تھے۔ جسے ہماری برصغیر کی تاریخ میں "ولی اللّٰہی تحریک" کہا جاتا ہے۔ اسی پروگرام میں انہوں نے کئی لفظ اور نام غلط تلفظ سے ادا کئے۔ مثلاً "صِحَاح سِتّہ" کو "صَحاح" کہا۔ یہ بات قابلِ اعتراض اس لئے ہے کہ اس پروگرام میں طلبا و طالبات کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح "رَقَم" کو بڑے اعتماد سے "رَقْم" یعنی "میم" کو ساکن بنا کر ادا کیا جاتا ہے۔ میر انیس کا شعر ہے ؎

توفیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر

اردو اور فارسی میں لفظ رقم بر وزن "قلم" استعمال ہوتا ہے۔

ٹیلی ویژن کے علمی و ادبی نوعیت کے پروگراموں میں ایک اور قباحت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ "کمپیئر" صاحب پروگرام میں حصہ لینے والوں سے زیادہ بولتے ہیں مثلاً کسی شخص نے سوال کا جواب دیا۔ تو ظاہر ہے کہ لوگ جواب دینے والی شخصیت کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ اور اس کی بات بھی سُن رہے ہیں لیکن اس کے باوجود "کمپیئر" صاحب اس کے پورے جواب کو اپنے الفاظ میں دہرا کر پھر اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں۔ اس سے اصل آدمی کو بولنے کا موقع کم ملتا ہے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور ناظرین بھی کوفت محسوس کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک نہایت قابلِ اعتراض بات یہ ہے کہ ٹیلی وژن والے حفظِ مراتب کا خیال نہیں رکھتے مثلاً

ٹی وی اسکرین پر ایک طغرا پیش کیا جائے گا۔ "رسول اللہؐ نے فرمایا"۔ اس کے فوراً بعد دکھایا جائے گا کہ "قائدِ اعظم نے فرمایا"۔ اس میں قابلِ گرفت بات یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد کسی عام انسان کے فرمان کو کوئی حیثیت نہیں ۔۔۔ آپ کو "قائدِ اعظم کا فرمان" دینا ہی ہے تو اس میں یہ تواتر قائم نہ رکھیئے۔ بلکہ کسی دوسرے موقع پر یہ "فرمان" جاری کیجئے۔

پاکستان ٹیلی وژن پر ایک معروف ڈرامہ نگار و شاعر جو "خوش قسمتی" سے لاہور کے کسی کالج میں لیکچرار بھی ہیں۔ ایک "فلمی بھانڈ" یعنی ایکٹر کا انٹرویو لے رہے تھے اس کا ذمہ دار ٹیلی وژن نہیں بلکہ لکچرار صاحب خود ہیں کسی شاعر، ادیب، عالم خاص طور پر استاد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ "بھانڈوں مراثیوں" کو اپنی سطح کا سمجھ کر ان کا انٹرویو لے۔ یا ان کے شانے سے شانہ جوڑ کر بیٹھے۔ ع

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

پاکستان ٹیلی ویژن کی نظموں اور ترانوں کا معیار دینی و ملّی تقاضوں کو خاطر خواہ پورا نہیں کیا جاتا۔ ان میں "قومیت" اور "زمین پرستی" کا پرچار زیادہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً

وطن کی مٹی گواہ رہنا

یا وطن کو یہ کہنا کہ :- تو تو میری جان ہے
تو میرا ایمان ہے

سراسر غلط اور قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ مسلمان کا ایمان صرف چار چیزوں پر ہے جس کی قرآنِ حکیم نے اچھی طرح وضاحت کر دی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان۔ رسولوں پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان اور آسمانی کتابوں پر ایمان۔ زمین، مٹی، دریا، پہاڑ اور سمندر پر کم از کم مسلمان کا ایمان تو قطعاً نہیں ہوتا۔ لہٰذا "جمادات پرستش" کی تبلیغ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سرزمین پر کرنا دینی تعلیمات کے منافی عمل ہے۔

اس موقع پر ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان میں مختلف فرقوں، مسلکوں اور مذہبوں کے لوگ آباد ہیں۔ اس کے باوجود یہاں سنّی حنفی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت ہے۔ اس لئے اگر پاکستان ٹیلی وژن کے دوسرے فرقے اور مذہب کے عالموں کو اظہارِ خیال کی دعوت دیتا ہے تو اسے اس بات کا بھی پابند کیا جائے کہ وہ اپنی تقریر میں کوئی ایسا نظریہ نہ بیان کرے جو اس کے مذہبی معتقدات کے عین مطابق ہو لیکن ملک کی عظیم سنّی اکثریت کے دینی عقائد کے خلاف ہو۔ مثلاً گذشتہ دنوں یوم "ولادت حسین" کی تقریب میں (جس کے مہمان خصوصی وزیر اعظم پاکستان جناب خان محمد جونیجو تھے) علامہ نصیر الاجتہادی نے تقریر کرتے ہوئے

باقی صفحہ ۵ پر